ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

محمد رفیق

اسکالر پی ایچ ڈی اردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور کے پی کے

ڈاکٹر ناہید رحمان

استاد شعبہ اردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور کے پی کے

گل نار آفرین کی شاعری میں آزادرَو تانیثیت کے اہم افکار

Muhammad Rafiq
Scholar Ph.D Urdu, Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar, KPK.
Dr. Naheed Rehman
Department of Urdu, Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar, KPK.

Main Liberal Feministic Approaches in Gul Nar Afareen’s Poetry

The article covers fundamental ideas of Liberal Feminism that have been depicted by Urdu Poetess namely Gul Naar Aafreen. She has been impressed by the concepts of political autonomy and freedom. She has reflected Feminist problems such as Honor killing, Economic, Legal, Political and social rights of Pakistani women, who have been fallen victim to terrorism, Social oppression, Gender differences, Social stereotypes and Old customs.

Key Words: *Feminist Individualism, Political Autonomy, Honor Killing, Liberal Feminism, Oppression, Stereotypes.*

پاکستانی اُردو شاعرات اور انسانی وسیاسی حقوق:

مغربی ممالک میں تانیثیت کی تیسری لہر نے مساوی اُجرتوں، حقِ تولید اسقاطِ حمل اور جنسی امتیازات وغیرہ پر خصوصی توجہ دی تھی جس کے نتیجے میں نسوانیت کے مظاہر مثلاًمادریت، شہوانیت، نسائی انفرادیت، حسن وجمال کی نمود اور شادی وغیرہ کے نئے تصورات کو فروغ حاصل ہوا۔ ان کی دیکھا دیکھی سے پاکستانی معاشرہ میں بھی شعر وادب میں اِن موضوعات کی عکاسی کی جانے لگی اور خاص کر پاکستانی شاعری میں جنسی اظہارات نے راہ پائی۔ پاکستانی اُردو شاعرات نے ایک نیا اور منفرد اُسلوب عام کر دیا جس میں محبت کا اظہار عورت کی جانب سے کیا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جانے لگا۔ اگرچہ اُردو غزل ریختہ کے پیرائے سے پہلے بھی آشنا تھی لیکن اِس بار محبت کے اظہار کی پُرانی روایت جس میں اظہارِ محبت مرد کی ہوا کرتا تھا، یکسر تبدیل ہوگئی اور ایک نیا نسائی اُسلوب وجود میں آیا۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا ہے کہ تانیثیت کی تیسری لہر نے آزاد رَو تانیثیت کے کئی تصورات کو از سرِ نو زندہ کر دیا اور تانیثیت کی دوسری لہر یا انقلابی تانیثیت (Radical feminism) کی انتہا پسندانہ فکریات کا ایک مربوط ردّ عمل آزاد خیال تانیثیت کے احیاء کی صورت میں نمودار ہوا۔ دراصل پاکستانی اُردو شاعرات کی کئی قسمیں ہیں۔ جن میں پہلی قسم وہ ہے جنہوں نے مغربی افکار وعلوم کا براہِ راست مطالعہ کیا ہے۔ دوسری وہ جنہوں نے بیرونِ ملک کی شہریت حاصل کی ہے اور وہیں آباد ہیں۔ تیسری قسم ان شاعرات کی ہے جو پاکستانی ماحول کے جبر اور استبداد کا شکار ہوئی ہیں۔ پہلی قسم میں فہمیدہ ریاض، کشور ناہید، پروین شاکر، فاطمہ حسن، شاہدہ حسن، شاہدہ لطیف، شبنم شکیل، یاسمین حمید، بشریٰ فرُّخ، نینا عادل، گلنار آفرین، مسرت جہاں خٹک، وحیدہ غفور اور سیدہ حنا وغیرہ شامل ہیں جبکہ دوسری قسم میں عرفانہ عزیز، نوشی گیلانی، عشرت آفرین، حمیرا، نسیم سیّد، حمیرا، تنویر انجم، نسیم سید اور رشیدہ عیاں شامل کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح تیسری قسم کی شاعرات میں سارا شگفتہ، عذرا عباس، منصورہ احمد، پروین فنا سید، زہرا نگاہ،، غزالہ خاکوانی، نینا عادل، فاخرہ بتول اور گل نار آفرین وغیرہ کو شمار کیا جاسکتا ہے۔

اس تقسیم یا درجہ بندی سے مقصود یہ ہے کہ مقالہ ہٰذا میں شامل شاعرات کا تجزیہ مزید سادہ اور سہل بنایا جائے۔ چونکہ پہلی قسم کی شاعرات نے مغربی فکر وفلسفہ اور سیاسی و عمرانی تحریکات سے شعوری اور لاشعوری طور پر جن اثرات کو قبول کیا ہے اُن سے ایک نئی عورت کا سراپا اُبھرتا ہے جس کی شخصیت کی تشکیل میں مغربی تصّورات اور ہمارے سماجی افتراقات نے حصہ لیا ہے۔ نئی عورت مغربی اثرات سے متاثرہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ماحول کی گھٹن سے باغی ہے اور مغربی اُسلوبِ حیات کی دلدادہ بھی ہے۔ پاکستان کی نئی عورت اپنے سماجی اور معاشرتی طرزِ حیات سے مایوس ہو چکی ہے اور اُس کی سوچ خالص مادی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ماحول اور خاندانی نظام سے بھی بے زار ہو گئی ہے۔ اِس نئی عورت کے بارے میں ہادی سرمدی رقم طراز ہیں:

> "'نئی عورت کا یہ شعور اور اس کا عمل دخل تانیثی تصور کا ترجمان ہے۔ ساتھ ہی جاگیری اقدار، سرمایہ دارانہ ذہنیت اور مذہب کے غیر انسانی رویہ کے خلاف مزاحمت اور احتجاج کی علامت بھی ہے۔ اس کی آواز جنسِ مخالف رویہ اختیار کر چکی ہے۔ مرد وزن کے مابین تفریق اور امتیاز پر ردّ عمل کا اظہار کرتی ہے" (۱)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

گل نار آفرین کی شاعری میں سیاسی حقوق کی عکاسی:

نئی عورت کی ایک تصویر گُل نار آفرین کی شاعری میں ذرا زیادہ نمایاں ہو کے سامنے آتی ہے۔اُن کی شاعری میں پاکستانی عورت کے دو کردار نظر آتے ہیں پہلا ایک مقتولہ کا ہے اور دوسرا قتل وغارت کے ماحول میں زندہ رہنی والی عورت کا ہے۔پہلی قسم کی عورت وہ ہے جو ہمارے معاشرے میں غیرت کے نام پر بے دردی سے قتل کی جاتی رہی ہے اور دوسری عورت وہ ہے جو لسانی اور نسلی عصبیتوں کے نتیجے میں ہونے والے فسادات اور قتل وغارت گری کا المیہ بُھگت رہی ہے۔ان دونوں عورتوں کو گُل نار آفرین نے اپنی شاعری میں ایک مظلوم کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔اس سلسلے میں ان کی نظم ''گم شدہ''کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ نظم یہ ہے:

گم شدہ

میں گم شدہ ہوں
میں گم شدہ ہوں
میں کل کہاں تھی
میں اب کہاں ہوں
میں زندہ ہوں بھی
یامر گئی ہوں
اذیتوں میں گھری ہوئی ہوں
سوال بن کر الجھ گئی ہوں
یہ میرا چہرہ سوال چہرہ
یہ میری آنکھیں سوال آنکھیں
یہ میرے آنسو سوال آنسو
یہ میری سانسیں عذاب سانسیں
حقارتوں کے عداوتوں کے اٹھا کے خنجر
ہدف بنایا میرا نحیف ونزار پیکر
دکھائے اپنی بہادری کے انہوں نے جوہر
مذاق روشن روایتوں کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عقیدتوں کا
محبتوں کا
اڑانے والے
عذاب لائے ہیں کیسے کیسے
سروں کے مقتل سجانے والے
سسکتی ماؤں سے ان کے بچے چھڑانے والے
انہی کے ہاتھوں لٹی ہوئی ہوں
انہی کی قیدی بنی ہوئی ہوں
سوال بن کر الجھ گئی ہوں
برہنہ سر اور برہنہ پا ہوں
لہو لہو ہے وجود میرا
سوال کرتی ہوں میں وطن سے
شناخت میری بھی کوئی ہو گی
میں کس قبیلے کی ہوں مسافر
بچھڑ کے کیسے یہاں پہ آئی
کوئی تو میرا بھی نام ہو گا
کہیں تو میرا قیام ہو گا
کسی نے بیٹی بہن بھی کہہ کر
گلے سے مجھ کو لگایا ہو گا
کوئی تو میرا بھی اپنا ہو گا
تمام رشتوں کو کھو چکی ہوں
شمار زخموں کا کر رہی ہوں
سوال بن کر الجھ گئی ہوں
میں کس سے پوچھوں
میں کیسے جانوں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

وہ راستے جو کہ کھو گئے ہیں
وہ منزلیں جو دھواں دھواں ہیں
وہ کون ہیں اور
کہاں سے آئے
جنہوں نے میری شناخت پوچھی
وجود میرا مٹانا چاہا
سو میں اعلان کر رہی ہوں
میں گم شدہ تو کبھی نہیں تھی
ضمیر انسانیت کی قیدی بنی ہوئی ہوں
عداوتوں میں گھری ہوئی ہوں
سوال بن کر الجھ گئی ہوں (۲)

گُل نار آفرین کی شاعری میں پاکستانی عورت انفرادی سطح پر سوال کرتی ہے اور اجتماعی سطح پر خود مجسم سوال بن کر اُبھرتی ہے، چناں چہ وہ ملکی اور ریاستی قیادت سے اپنی نظم ''سوال'' میں کئی سوالات کرنے لگتی ہیں؛ ان کے نزدیک پاکستانی ہونے کے ناطے ہمارا قومی نصب العین کیا ہے ؟ اور ہماری مملکتِ خداداد ایک اسلامی اور فلاحی ریاست کیوں نہیں بن پائی؟ شاعرہ اس قبیل کے دیگر سوالات کے جوابات کی بھی متمنی ہیں۔ وہ ایک عورت کی حیثیت سے اپنی شناخت چاہتی ہیں اور ایک پاکستانی عورت کی حیثیت اپنے میں قانونی اور جائز حقوق کا مطالبہ کرتی ہیں جن میں سب سے بنیادی اور اہم ترین حق امن اور آشتی کا حصول ہے۔ بدامنی اور جنگ و جدل کے نتیجے میں سب سے زیادہ عورتیں متاثر ہو جاتی ہیں اس لئے ہمارے ملک کے اندر بدامنی اور عدم استحکام موجود ہو تا سب سے زیادہ نقصان عورتوں کو اُٹھانا پڑتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے دوران بھی عورتیں سب سے زیادہ لسانی اور مذہبی تشدد کا نشانہ بن گئی تھیں، لہٰذا امن واستحکام مردوں کے ساتھ عورتوں کی سب سے بنیادی انسانی ضرورت ہے۔ اسی حوالے سے گُل نار آفرین اپنی نظم ''سوال'' میں پاکستانی ریاست کے ستون مقننہ، عدلیہ، صحافت اور انتظامیہ سے کیے ہوئے سوالات کے جوابات یک آزاد انسان کی حیثیت سے طلب کرتی ہیں، نظم ملاحظہ ہو:

سوال
کہاں ہیں ارضِ وطن کے والی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سلگتے جذبات ہیں سوالی
نہ آشتی کی ہے کوئی صورت
نہ کوئی جادہ نہ کوئی منزل
سوال یہ ہے جواب دو تم
ہماری کوئی زمیں نہیں کیوں
زمیں پہ کوئی مکاں نہیں کیوں
محبتوں کا یقیں نہیں کیوں
سوال یہ ہے جواب دو تم
مسافتیں کیوں جھلس رہی ہیں
قیامتیں کیوں گزر رہی ہیں
دلوں میں نفرت مچل رہی ہے
دلوں کی نفرت نکل رہی ہے
تمام جذبے تمام رشتے
تمام بندھن تمام ناتے
بکھر کے جانے کدھر گئے ہیں
میں کس سے پوچھوں کدھر گئے ہیں
مسافتوں کا سوال یہ ہے
یہ موسموں کا عذاب کیوں ہے
یہ وحشتوں کا وبال کیوں ہے
ہر ایک چہرہ اداس کیوں ہے
ہر ایک گھر بے چراغ کیوں ہے
قدم قدم پہ ہے موت ارزاں
وطن کا ایسا نظام کیوں ہے
سوال یہ ہے جواب دو تم
یہ سوگ کس کا ہے شہر جاں میں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ تیر گی کے بلند ایواں
منافرت کا ہے رقص جس میں
حقارتوں کے برہنہ خنجر
لئے ہوئے دستِ بے اماں میں
ہزاروں آسیب ناچتے ہیں
نقاب الٹو تو دیکھ پائیں
لہو میں ڈوبے کریہہ چہرے
زمانہ سارا یہ جانتا ہے
مگر نہیں ہے کسی میں جرأت
لہو کی اپنے دکھائے طاقت
جو ظلم کو بے نقاب کر دے
ستم پہ ہستی عذاب کر دے
سوال یہ ہے جواب دو تم
ہماری کوئی زباں نہیں ہے
زمیں پہ کوئی مکاں نہیں ہے [۳]

شاعرہ نے اپنی غزلوں میں امن و امان اور انسانی جان کی ارزانی کے حوالے سے بھی کئی سوالات اُٹھائے ہیں اور اربابِ سیاست سے ان کے جوابات مانگے ہیں۔ قتل وغارت اور انسانی خون کی ارزانی کو گُل نار آفرین نے یوں منعکس کرنے کی کوشش کی ہے، غزل کے چند مثال کے طور پر کافی ہوں گے:

؎ قتل گاہوں میں لہو کس کا ہے
درِ منصف پہ سوالات کریں [۴]

؎ خون بہا شہر میں بانٹا جائے
مرنے والوں کی رسومات کریں [۵]

؎ صلیبِ غم دوش پر اٹھائے چلے ہیں مقتل میں
خود اپنے خوں سے لکھا تھا ہم نے وفا کا انجام تم سے پہلے [۶]

؎ یہ دورِ ستم ہے کوئی جینے کا ہنر سیکھ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جاں دینا مرے شہر میں آسان بہت ہے (۷)
جمہور کا پرچم تو لہو رنگ ہوا ہے
اربابِ سیاست کو سزا کیوں نہیں دیتے(۸)

گُل نار آفرین نے اپنی نظم "اعلان" میں بنیادی انسانی حقوق اور احترام آدمیت کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بد قسمتی سے ہمارا ملک بیرونی اور داخلی تعصبات اور سازشوں کے نتیجے میں ایک ایسا شہر ناپرسان بن چکا ہے جس میں نفرتوں، عصبیات، لسانی و نسلی تعصبات اور انتقامی سیاست کا دور دورہ ہے اور چاروں طرف آگ اور خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے اور انسانی زندگی کی قیمت محض ایک گولی سے زیادہ نہیں رہی ۔انسان اور انسانی اقدار کو بری طرح پائمال کیا جارہا ہے۔بیرونی سازشوں کے نتیجے میں آگ اور خون کے طوفان میں ہمارا دایاں بازو کٹ چکا ہے اور باقی جسم بھی اس طوفان کی زد میں ہے۔اگر ہم نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو بیرونی طاقتیں اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعے ہمیں نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ ہمارا معاشرہ تعصبات اور نفرتوں کی اماج گاہ بن چکا ہے اور قوم پرستی اور علاقہ پرستی کے بھوت ہمارے سروں پر سوار ہو چکے ہیں۔اسی قومی المیہ کو شاعرہ نے اپنی نظم "اعلان" میں بڑے دردناک لہجے میں کچھ اس طرح بیان کرنے کی کوشش کی ہے:

اعلان

یہ نگری کیسی نگری ہے
یہ بستی کیسی بستی ہے
آنسو آہیں دکھ کے سائے
خوف کے پہرے ' موت کے ڈیرے
ظلم گزیدہ راتیں کب تک
خون میں ڈوبی صبحیں کب تک
جینے کا حق چھینے والو
حق لے کر ہم دکھلائیں گے
روک سکو تو روک کے دیکھو
لب پر مہریں آنکھیں ویراں
زندانوں میں مظلوم انساں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جیسے زندہ لاشیں ہوں یہ
دھمکی، دھونس اور دھن سے آخر
کب تک ہو گی جیت تمہاری
کب تک ہم یوں ہاریں گے
سچ کا پرچم ہاتھ میں لے کر
آگے بڑھیں گے، مر جائیں گے
روک سکو تو روک کے دیکھو
گھر گھر ماتم ہو گا کب تک
مر مر کر یوں جینا کب تک
ظلم کے آگے جھکنا کب تک
سچ کو زر میں تولنے والو
زہر ہلاہل گھولنے والو
حق کی راہ سے اب نہ ہٹیں گے
بڑھتے قدم اب رک نہ سکیں گے
روک سکو تو روک کے دیکھو
پہلے بھی تو ایسا ہوا تھا
اس دھرتی کو خون دیا تھا
سن لو یہ اعلان ہمارا
دیتے رہیں گے ہم نذرانہ
اپنے لہو کا اپنی جاں کا
روک سکو تو روک کے دیکھو (۹)

شاعرہ نے جبر و تشدد کے ماحول کو بدلنے کے لیے پاکستانی عورت کو بیدار کرنے اور اُسے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کے لیے اپنی غزلوں میں بھی نظم کی طرح للکارنے اور مردوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت کی ہے۔اُن کا یہ اسلوب پاکستانی اُردو شاعرات میں سب سے مختلف نظر آتا ہے جو شاعرہ کے افکار

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اور سیاسی شعور کو آزادرَو تانیثیت کے مرکزی خیال سے زیادہ قریب تر کر دیتا ہے، اس سلسلے میں ذیل کے چند اشعار پر اکتفاء کرنا مناسب ہو گا:

؎ گھر کی دہلیز جل رہی تھی مری
اور دُھواں چھا رہا تھا جنگل میں (۱۰)

؎ میرے گھر کے بھی درو بام کبھی جاگیں گے
دھوپ نکلے گی کبھی تو مرے آنگن میں (۱۱)

؎ تلاشِ چارہ گراں ہے قاتلوں کی بستی میں
نہ مل سکے گا یہاں درد آشنا کوئی (۱۲)

؎ چمن والو! ضروری ہے کہ دستورِ چمن بدلو
بہاریں آ بھی جاتی ہیں تو ویرانی نہیں جاتی (۱۳)

گُل نار آفرین کو پاکستانی اُردو شاعرات میں امن کی شاعرہ کا خطاب دیا جا سکتا ہے اس لیے کہ انہوں نے عورتوں کے انسانی حقوق اور ملک کے اندر امن و آشتی کو اپنی شاعری میں مرکزی حیثیت دے رکھی ہے۔ اُنھیں عورت کی عظمت کا بھرپور احساس ہے جسے اُنھوں نے اپنی نظموں اور غزلوں میں جگہ جگہ اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے نزدیک پیغمبروں اور رسولوں کو جنم لینی والی ہستی عورت کی ہے۔ اپنی نظم "مریم" میں انھوں نے عورت کی تقدیس اور توقیر کو اُجاگر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مریم کی عظمت اور تقدیس دنیائے عالم میں مسلّمہ ہے۔ عورت ماں ہے، بہن ہے، بیوی ہے اور مرد کی زندگی کی رفیقہ ہے جس کے بغیر اس دنیا میں زندہ رہنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ عورت کی عظمت اس حقیقت سے زیادہ واضح ہوتی ہے کہ وہ کرّہ ارض پر انسانی نسل کو دوام بخشتی ہے اور انسانی معاشرے کی تشکیل اور تعمیر کے لیے بے تحاشا دکھ اُٹھاتی آئی ہے۔ عورت کی عظمت سے کوئی تاریخ انکار نہیں کر سکتی۔ نظم ملاحظہ کیجیے:

مریم

یہ سر درات یہ تاریکیاں یہ تیز ہوا
اداس لمحوں کی تنہائیوں کا بار لئے
نہ جانے کون سے سورج کی جستجو میں ہیں
غموں کی دھوپ میں پرچھائیوں کا بار لئے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فلک کے قصر میں اشکوں کی مشعلیں روشن
فضا میں درد کے جگنو کا ایک رقصِ حزیں
زمیں کے سینے کا ہر زخم زخمِ محرومی
ہے خوفِ مرگ سے تاریک روز شب کی جبیں
ہوائے دشت گزرتی ہے شہرِ حسرت سے
کہ جیسے گھر کے دریچوں میں آگ روشن ہے
فضائے تیرہ میں بکھری ہے سازِ غم کی صدا
کہ جیسے پاس کہیں زندگی کا مدفن ہے
یہ ایک سادہ سی تصویر میرے کمرے کی
بہت دنوں سے مصر تھی کہ اک نظر دیکھوں
چراغِ خانۂ دل کو بجھا کے دامن سے
میں شب گزیدہ فلک پر کوئی سحر دیکھوں
پھر اس صلیب کی تصویر پر ہے میری نگاہ
کہ جس صلیب کی پہچان مامتا کا جمال
جمال، جس کی ادا میں کمال کے آنسو
کمال، جس کے جلو میں پیمبری کا جلال (۱۴)

بد قسمتی سے ہمارے ملک میں عرصۂ دراز سے نسلی اور لسانی فسادات ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے مختلف اوقات میں بڑے پیمانے پر عورتیں متاثر ہو رہی ہیں اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ اربابِ اقتدار اس دیرینہ مسئلہ کا کوئی دیرپا حل تلاش کرنے میں مخلص نہیں بلکہ اُلٹا آگ اور خون کے اس کھیل کی بنیاد پر اپنی سیاست کی دُکان چمکاتے رہے ہیں۔ شاعرہ نے سیاسی جبر کی اس نوع کو اپنی کئی نظموں میں موضوع بنایا ہے لیکن ان کی نظم ''امن کی بات کرو'' اس حوالے سے انسان دوستی اور خلوص سے امن اور آشتی کا ایک منشور پیش کرتی ہے اور پاکستان کے تمام باسیوں کو انسانی حقوق کی پابندی کا درس بھی دیتی ہے۔

نسلی اور علاقائی تعصبات کو سیاسی مفاد کی خاطر استعمال کرنے کی رِیت نے پاکستانی جمہوریت کے چہرے کو مستقل طور پر بدنام کر رکھا ہے۔ عام خیال یہ کیا جاتا ہے کہ ہماری سیاست کا دارومدار ہی تشدد اور انسانی حقوق کی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

خلاف ورزی پر ہی ہے اس لیے جب تک عوام کے اندر مثبت روّیوں اور صلح جوئی کو فروغ نہیں دیا جاتا اُس وقت تک انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جا نہیں جا سکتا۔ صلح جوئی اور ایک جمہوری فضا کی موجودگی ہی سے پاکستانی عورتوں کا سماجی اور معاشی تحفظ یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ یہی زاویۂ نظر شاعرہ نے یوں پیش کیا ہے:

امن کی بات کرو
آپ جو کہتے ہیں وہ سچ تو نہیں ہو سکتا
سچ تو سچ ہے وہ اندھیروں میں نہیں کھو سکتا
خاک اور خون میں لتھڑی ہوئی سڑکوں کو مگر
آپ کا جھوٹ کسی طرح نہیں دھو سکتا
ہم پہ الزام بغاوت کا لگانے والو
بے وفا کون ہے اجداد سے پوچھا ہوتا
کتنے جانباز سپوتوں نے دیا اپنا لہو
وطنِ پاک کی بنیاد سے پوچھا ہوتا
اونچے ایوانوں میں ہے جشنِ مسرت برپا
بے ضمیری تو فقط آپ کو راس آئی ہے
دُور آباد غریبوں کے سیہ خانوں سے
چاک سینوں کے سلگنے کی خبر آئی ہے
جبر کے آگے نہیں ہم کبھی جھکنے والے
ہم کو احساس غلامی کا دلانے والو
ہم بکے ہیں نہ بکیں گے کبھی اتنا سن لو
عزتِ نفس کا بازار سجانے والو
مصلحت کیش سیاست کی حمایت کب تک
مکر سے پاک سیاست کی کوئی بات کرو
آگ اور خون کا تم کھیل بہت کھیل چکے
امن کی، پیار کی، چاہت کی کوئی بات کرو (۱۵)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

گل نار آفرین نے اپنی غزلوں میں آگ اور خون کے سیاسی کھیل کو ختم کرنے اور امن و آشتی کی فضا کو پھر سے قائم کرنے کے لیے سیاسی قیادت کو بار بار مخاطب کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے غیر انسانی سلوک پر انگلی اُٹھائی ہے۔ قتل و غارت اور انسانی تقدس کے برباد کرنے کی ذمہ داری وہ براہ راست اہلِ سیاست پر ڈال دینا چاہتی ہے۔ شاعرہ کو انسان کی توقیر سب سے عزیز ہے اس لیے ذیل کے خوبصورت اشعار اس حوالے سے کربِ آگہی اور عصری بے چہرہ گی کو ظاہر کرتے ہیں، ملاحظہ کیجیے:

ے خود ہمیں بھی خبر نہیں ہوتی
حادثے اس طرح سے ہوتے ہیں (۱۶)

ے ہر اک دیوار ہے، دیوارِ گریہ
اسی کا نام کیا شہرِ وفا ہے (۱۷)

ے اہلِ چمن کی خیر، یہ کیسی بہار ہے
ہر پھول کہہ رہا ہے معطر نہیں ہوں میں (۱۸)

ے تو نے یہ بات بھی سوچی ہے کبھی مقتلِ جاں
مرنے والے بھی کسی گود کے پالے ہوں گے (۱۹)

ے چارہ سازوں کو بھی نہیں معلوم
زہر تھا یا دوا تھی بوتل میں (۲۰)

گل نار آفرین نے اپنی نظم ''چلو کہ ہم اعتراف کرلیں''میں عوامی اختیار اور قوت کو موضوع بنا کر پاکستانی مرد و عورت دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے جبر و استبداد کی فضا کو بدلنے کا درس دیا ہے۔ اُنہوں نے معاشرے میں پھیلے ہوئے اضطراب اور طاقت کے ذریعے دبائے ہوئے عوام کو اپنے بنیادی انسانی حقوق کو چھین لینے کا پیغام دیا ہے اور جبر واستبداد سے بھرے ہوئے ماحول کو بدل دینے کا اپنا ذاتی زاویۂ نظر بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم نظم کی فضا تبلیغی ہونے کے باوصف آزاد رو تانیثی فکر کے حوالے سے اس لیے اہمیت رکھتی ہے کہ مردوں کی اَنا کے نتیجے میں پاکستانی عورت دائمی طور پر داخلی جبر اور تشدد کا شکار کیوں ہے ؟اس سوال کا ایک جواب تو شاعرہ نے اس طرح دینے کی کوشش کی ہے کہ پاکستانی عورت خود اپنی حالت کو بدلنے کی سعی کرنی چاہیے۔ نظم ملاحظہ کیجیے:

چلو کہ ہم اعتراف کرلیں
یہ کس نے بخشی ہے گردِ غم جو ہمارے چہروں پہ جم گئی ہے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ کس نے وحشت بدوش منظر ہماری آنکھوں کو دے دیا ہے
نفس نفس اضطراب کیوں ہے
ہر ایک لمحہ عذاب کیوں ہے
اندھیری گلیوں میں سرد لمحے
جوان لاشوں پہ نوحہ خواں ہیں
کبھی تھی امن وسکوں کا مرکز جو بستی ماتم کدہ بنی ہے
مگر تمہارے لبوں پہ لوگو یہ مُہر کیسی لگی ہوئی ہے
جوان لاشوں کو کاندھا دینے
گھروں سے اب تو نکل بھی آؤ
بتاؤ دنیا کو زندگی اس قدر بھی ارزاں نہیں ہوئی ہے
تمہارے جذبات آگ بن کر دلوں کو اب بھی
وہ حِدتیں دے رہے ہیں جن سے سراغِ تہذیب مل رہا ہے
ضمیر مردہ نہیں ہوئے ہیں
اذیتوں کا شمار کر کے
لہو کا سارا حساب مانگو
ہزار زخموں سے چُور لیکن۔۔۔۔بدن تمہارے نحیف اتنے نہیں ہوئے ہیں
ابھی وہ برگِ خزاں کی صورت نہیں گرے ہیں
تمہاری آنکھوں میں خواب پیہم
تمہارے ہاتھوں میں جنبشیں ہیں
نہیں ہے تم میں اگر یہ جرأت
چلو کہ ہم اعتراف کر لیں
دکھوں کی رت کا حساب کر لیں
تمہارے کتنے مرے بتاؤ تمہارے کتنے بچے بتاؤ
وہ وقت ہے اب سماعتیں ہو چکی ہیں ویراں
بصارتوں میں نہیں اجالا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ستم کے سورج کی ہر کرن جو لہو میں تر ہے تو نہی رہے گی
صداقتوں کی لحد بنی ہے بنی رہے گی
جو گرد چہروں پہ جم گئی ہے
ابد کی ویران ساعتوں تک جمی رہے گی
چلو کہ ہم اعتراف کر لیں (۲۱)

گُل نار آفرین کی شاعری میں کراچی کی بد امنی اور نسلی تشدد ایک غالب موضوع کی حیثیت سے پایا جاتا ہے اس لیے کہ کراچی کا امن پورے پاکستان کے مجموعی امن کا ضامن ہوتا ہے لیکن ہمارے سیاسی راہنمائوں نے اپنے سیاسی مفادات کی خاطر کراچی میں موجود پاکستانی قومیتوں کو بار بار آپس میں لڑانے کی کوششیں کی ہیں۔ اس درد ناک تاریخی اور سیاسی پہلو کو تمام پاکستانی اُردو شاعرات نے اپنی تخلیقات میں بیان کیا ہے لیکن گُل نار آفرین نے کھل کر اسی موضوع کو اُجاگر کیا ہے اور اس کے خطرناک نتائج سے تمام محبِ وطن اور اہلِ دانش طبقات کو آگاہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی نظم "یہ مرا شہر" کو بطورِ مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ کراچی پاکستان کا معاشی اور اقتصادی مرکز ہونے کے علاوہ ایک ثقافتی اور تہذیبی شہر بھی گردانا جاتا ہے جس میں تقریباً تمام پاکستانی قومیتں آباد ہیں اور یہی شہر رنگارنگ ثقافتوں اور کلچر کی واحد مثال پیش کرتا ہے لیکن ہماری بد قسمتی ہے کہ ایسے خوبصورت اور روشنیوں کے حامل شہر میں نسلی، لسانی اور فرقہ وارانہ فسادات اکثر پھوٹ پڑتے ہیں جن کے نتیجے میں انسانی حقوق کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزی ہوتی رہتی ہے اور پاکستانی خواتین کی ایک بڑی تعداد ان المیاتی حالات سے گزرتی رہتی ہے۔ شاعرہ نے اسی کرب کو ایک اجتماعی لہجے میں اپنی نظم "یہ مرا شہر" میں اس انداز سے بیان کیا ہے:

یہ مرا شہر

ہر یقیں ہے اسیر وہم و گماں
اب کوئی سود ہی رہا نہ زیاں
اک نظر دیکھ رک کے عمرِ رواں
کن مکینوں کے جل رہے ہیں مکاں
ہر طرف آگ ہر طرف ہے دھواں
یہ مرا شہر ہے کہ مقتلِ جاں
چاک احساس کا گریباں ہے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

شاہراہوں پہ موت رقصاں ہے
کوئی اس بھیڑ میں نہیں اپنا
قتل و غارت گری کا ہے ساماں
اب مُیّسر نہیں کسی کو اماں
یہ مرا شہر ہے کہ مقتلِ جاں
سازِ ہستی ہے اور دکھ کے راگ
بغض اور کینے کی بھڑکتی آگ
پھن اٹھائے ہوئے ہیں غم کے ناگ
آدمیت کا لٹ رہا ہے سہاگ
زندگی زندگی پہ نوحہ کناں
یہ مرا شہر ہے کہ مقتلِ جاں
اب ہے ناپید سایہء دیوار
صحنِ گلشن ہوا خزاں آثار
ہر روش پر بجائے گل ہیں خار
آشیانوں سے اٹھ رہا ہے دھواں
کس سے پوچھوں کہ آ گئی ہوں کہاں
یہ مرا شہر ہے کہ مقتلِ جاں (۲۲)

گُل نار آفرین کی شاعری کو اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی غزل اور نظم دونوں میں پاکستانی سیاست کے منافقانہ روّیوں کو بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ایک عورت کی نظر سے حالات و واقعات کے نشیب و فراز کو بڑی دلیری کے ساتھ واضح کیا ہے۔ ہماری سیاست اور مخصوص سیاسی جاگیرانہ مفادات کا منافقانہ اُسلوب بھی بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں انسانی حقوق کی پاسداری کا غم کھائے جا رہا ہے اور خصوصاً پاکستانی عورت جبر و تشدد کی جس فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے، اُسے منعکس کرنے کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ پاکستانی عورت سیاسی جبر و تشدد کا شکار ہے اور اُسے معاشرے کے دیگر زیردست طبقات کی طرح مسلسل انفرادی آزادی اور اجتماعی خودمختاری سے محروم رکھا گیا ہے۔

گُل نار آفرین نے اپنی غزلوں میں عورت کی سیاسی اور انفرادی خود مختاری کو اُجاگر کیا ہے اس لیے اُن کا بنیادی موضوع عورت کا غیرت اور سیاست کے نام پر قتل کرنا قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اُن کے فکر و فن پر آزاد رو تانیثیت کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ گل نار آفرین نے اپنے ماحول کی تصویر کشی کے لیے جو انداز اپنایا ہے اُس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے لکھا ہے:

"البتہ نفسیاتِ انسانی اور تقاضائے نسوانی کے ان عاشقانہ گیتوں سے یہ خیال کرنا کہ گل نار آفرین اپنے عہد، اپنے دور، اپنے ماحول اپنے گرد و پیش کی زندگی اور اس کی کرب ناکیوں سے بے نیازانہ گزر رہی ہیں، درست نہ ہو گا"(۲۳)

جبر وفساد اور قتل اروغارت گری کے ماحول کی زہرناکی کو ایک شاعرہ نے نسوانی جذبات سے ملا کر جس انداز میں پیش کیا ہے اُس کی نظیر اُردو شاعری میں کمیاب ہے۔ اس حوالے سے درجہ ذیل شعر پیش کیے جاسکتے ہیں:

ؔ روز و شب کے زنداں کی میں بھی ایک قیدی ہوں
توڑ کر حصارِ جاں مجھ کو بھی نکلنے دو(۲۴)

ؔ چارہ گر اب تو ہمیں چین سے مر جانے دے
زندگی دیکھ گرفتارِ اجل ہوئی ہے(۲۵)

ؔ نہ جانے کس لئے قاتل کے اشک بھر آئے
فرازِ دار پہ جب سامنا ہوا میرا(۲۶)

ؔ مقتل میں کبھی ان کی پذیرائی نہ کرنا
وہ دیکھنے آئے ہیں یہاں رنگِ حنا کو(۲۷)

ؔ سرِ دار و رسن اہلِ وفا نے
ہمیں گُلنار کب دیکھا نہیں(۲۸)

ؔ پھر ظلم و ستم کا دور آیا پھر طوق و سلاسل عام ہوئے
جب وقت نے کروٹ بدلی تو سب جرم ہمارے نام ہوئے(۲۹)

حوالہ جات

۱. ہادی سرمدی، تانیثی تحریک اور جدید اُردو شاعرات مضمون مشمولہ تانیثیت اور ادب، انور پاشا (مرتب)، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۱۸۷
۲. گُل نار آفرین، سفینے جلا دیئے، کینوس کمیونیکیشنز، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۲۵ تا ۱۲۷

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۳. ایضاً، ص۵۸تا۶۰
۴. گُل نار آفرین، جرسِ گل، تمثال پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص۱۲۴
۵. ایضاً، ص۱۲۴
۶. ایضاً، ص۱۲۶
۷. ایضاً، ص۱۱۸
۸. گُل نار آفرین، سفینے جلادیئے، کینوس کمیونیکیشنز، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص۲۴۹
۹. ایضاً، ص۶۸،۶۷
۱۰. گُل نار آفرین، جرسِ گل، تمثال پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص۵۰
۱۱. ایضاً، ص۵۵
۱۲. ایضاً، ص۶۷
۱۳. ایضاً، ص۷۰
۱۴. گُل نار آفرین، سفینے جلادیئے، کینوس کمیونیکیشنز، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص۲۰۱،۲۰۰
۱۵. گُل نار آفرین، تیشئہ غم، اُردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص۴۳
۱۶. گُل نار آفرین، جرسِ گل، تمثال پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص۷۵
۱۷. ایضاً، ص۹۲
۱۸. ایضاً، ص۹۶
۱۹. ایضاً، ص۱۰۴
۲۰. ایضاً، ص۵۰
۲۱. گُل نار آفرین، تیشئہ غم، اُردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص۵۵
۲۲. ایضاً، ص۶۸
۲۳. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، شاعرات، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص۱۳۶
۲۴. گُل نار آفرین، جرسِ گل، تمثال پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص۶۲
۲۵. ایضاً، ص۸۷
۲۶. ایضاً، ص۹۴
۲۷. ایضاً، ص۱۲۲
۲۸. ایضاً، ص۱۲۶
۲۹. گُل نار آفرین، سفینے جلادیئے، کینوس کمیونیکیشنز، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص۱۴۴